ہندوستانی سیاست میں ڈاکٹر امبیڈکر

بھگوا جماعتیں امبیڈکر کو مسلم مخالف رہنما کے طور پر پیش کرنے کی سازش کر رہی ہیں



ابھے کمار

ان دنوں برسر اقتدار بی جے پی کو حزب اختلاف اور ڈاکٹر امبیڈکر کے حامیوں کے غصے کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ حالانکہ اس مصیبت کو دعوت دینے والے اور کوئی نہیں، بلکہ بھگوا سیاسی جماعت کے سرکردہ لیڈر اور وزیر داخلہ امت شاہ ہیں۔ گزشتہ دنوں پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے شاہ نے محکوموں کے مسیحا بابا صاحب سے متعلق ایک انتہائی متنازعہ بیان دیا، جس میں کہا کہ امبیڈکر کا نام لینا آج کل ایک 'فیشن' بن گیا ہے۔ بی جے پی کے سابق صدر نے مزید کہا کہ اگر لوگ امبیڈکر کی جگہ اتنی بار بھگوان کا نام لیتے، تو انہیں سات جنموں تک 'سورگ' مل جاتا۔ انتخابی سیاست کی گہری سمجھ رکھنے والے شاہ کو شاید اس بات کا اندازہ نہیں رہا کہ انہوں نے خود ہی بکھری ہوئی اپوزیشن کو متحد ہونے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ تاہم، بی جے پی اپوزیشن کی بات ماننے اور معافی مانگنے کے بجائے جارحانہ رویہ اپنائے ہوئے ہے اور پلٹ وار کرتے ہوئے اپوزیشن، بالخصوص کانگریس اور ملک کے پہلے وزیرِ اعظم جواہر لال نہرو پر امبیڈکر کی تذلیل کرنے کا الزام لگا رہی ہے۔ دونوں فریقین خود کو امبیڈکر کا سب سے بڑا پیروکار اور دوسرے کو امبیڈکر مخالف ثابت کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

لیکن جب ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھتے ہیں اور بابا صاحب کی تحریروں کو پڑھتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ امبیڈکر اور محکوم طبقات کے ساتھ ذات پات میں یقین رکھنے والی سیاسی جماعتوں نے انصاف نہیں کیا ہے۔ حالانکہ جس وقت ڈاکٹر امبیڈکر سیاست میں سرگرم تھے، اس وقت بی جے پی کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا۔ مگر بی جے پی جن بھگوا تنظیموں کی کوکھ سے پیدا ہوئی ہے، ان کے نظریات اور سیاست کے امبیڈکر بڑے مخالف تھے۔ چاہے وہ ہندو مہاسبھا ہو، آر ایس ایس یا جن سنگھ ہو، امبیڈکر نے کبھی بھی ان جماعتوں کو اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ امبیڈکر کو بخوبی معلوم تھا کہ یہ رجعت پسند جماعتیں ہیں، جو دلت مخالف نظریات رکھتی ہیں۔ بھگوا تنظیموں سے امبیڈکر کی دوری کی وجہ یہ تھی کہ ہندوتوا پارٹیاں مذہب پر مبنی فرقہ وارانہ سیاست کرتی رہی ہیں، جبکہ امبیڈکر نے آزادی، مساوات اور اخوت پر مبنی جمہوریت کی بات کی ہے۔ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بی جے پی اور ان کی نظریاتی بھگوا جماعتیں دلتوں کے ووٹ حاصل کرنے کے لیے خود کو امبیڈکر حامی ہونے کا ڈھونگ رچاتی رہی ہیں۔ مگر تاریخ گواہ ہے کہ آر ایس ایس اور ہندو مہاسبھا نے کبھی بھی امبیڈکر کی ذات پات کی غیر برابری کے خلاف تحریکوں کی حمایت نہیں کی۔ جہاں امبیڈکر دلتوں، آدی واسیوں، پسماندہ ذاتوں اور اقلیتوں جیسے کمزور طبقات کو ان کے حقوق دلانے کے لیے لڑ رہے تھے، وہیں بھگوا جماعتیں ملک کو ہندو بمقابلہ مسلمان کے نام پر تقسیم کرنے کی سیاست میں مصروف تھیں۔ یہی رجحان آج بھی بی جے پی کے دورِ حکومت میں جاری ہے، جہاں مندر اور مسجد کے مصنوعی تنازعات میں ملک کی توانائی کو ضائع کیا جا رہا ہے۔ ہمیں اس بات سے بھی خبردار رہنا ہوگا کہ بھگوا جماعتیں امبیڈکر کو مسلم مخالف رہنما کے طور پر پیش کرنے کی سازش کر رہی ہیں۔ لیکن عوام کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ مساوات اور اقلیتوں کے حقوق کے لیے لڑنے والا کوئی شخص مسلم مخالف کیسے ہو سکتا ہے؟

سیاسی فائدے کے لیے امبیڈکر کی وراثت پر دعویٰ کرنے والی ہندو مہاسبھا، آر ایس ایس، جن سنگھ اور ان کی کوکھ سے جنمی بی

> جب ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھتے ہیں اور بابا صاحب کی تحریروں کو پڑھتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ امبیڈکر اور محکوم طبقات کے ساتھ ذات پات میں یقین رکھنے والی سیاسی جماعتوں نے انصاف نہیں کیا ہے۔ حالانکہ جس وقت ڈاکٹر امبیڈکر سیاست میں سرگرم تھے، اس وقت بی جے پی کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا۔ مگر بی جے پی جن بھگوا تنظیموں کی کوکھ سے پیدا ہوئی ہے، ان کے نظریات اور سیاست کے امبیڈکر بڑے مخالف تھے۔

جے پی نے کمزور طبقات کو سماجی، اقتصادی اور ثقافتی حقوق دینے اور سماج سے تفریق و توہم پرستی کے خاتمے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی ہے۔ بھگوا تنظیموں نے عدم مساوات پر مبنی بھارتی سماج میں مثبت تبدیلیوں کو ناکام کرنے کی ہمیشہ سازشیں کی ہیں۔ آج بھی بی جے پی اور آر ایس ایس نے اپنی حکمت عملی تبدیل نہیں کی ہے۔ ہندو راشٹر کے قیام کے اپنے پروگرام کو نہ تو انہوں نے ترک کیا ہے اور نہ ہی سچے دل سے ملک کے آئین کو قبول کیا ہے، جسے تیار کرنے میں بابا صاحب نے برسوں محنت کی تھی۔ طاقتور ذاتوں کی ترجمان بھگوا جماعت آئین کے بننے کے بعد سے ہی اس کی مخالفت کرتی رہی ہے اور بابا صاحب کے آئین کی خامیاں نکالتے ہوئے منوسمرتی کی تعریف کرتی رہی ہے۔ اسی منوسمرتی کو بابا صاحب نے غیر مساوات کو فروغ دینے والی کتاب قرار دیا تھا اور عوام کے سامنے اسے جلایا تھا۔ لیکن بی جے پی کی دوہری سیاست یہ ہے کہ وہ بابا صاحب کا نام اپنے منہ پر رکھتی ہے، جبکہ منوسمرتی اس کے دل میں بسی ہوئی ہے۔ جہاں بھگوا جماعت اکثریتی بالادستی پر یقین رکھتی ہے اور اقلیتوں کی حب الوطنی پر سوال اٹھاتی رہتی ہے، وہیں بابا صاحب نے جمہوریت کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ کامیاب جمہوریت وہی ہے جہاں اقلیتوں کو موثر اور متناسب نمائندگی ملے اور ان کے مفادات کا تحفظ یقینی ہو۔ جہاں امبیڈکر جمہوری راستے پر چلتے ہوئے سماج میں پرامن طریقے سے معاشی اور سماجی تبدیلیاں لانا چاہتے تھے اور ایک فلاحی و سوشلسٹ ریاست کے حامی تھے، وہیں بھگوا جماعت سرمایہ داروں اور زمینداروں کی نمائندگی کرتی ہے اور غریبوں کو بازار کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا چاہتی ہے۔ ڈاکٹر امبیڈکر ایک سیکولر اور فلاحی ریاست کے حامی تھے، جبکہ بھگوا جماعت ایک ہندو راشٹر بنانا چاہتی ہے، جہاں اقلیتوں، دلتوں، آدی واسیوں، پسماندہ ذاتوں اور خواتین کے مساوی حقوق چھین لیے جائیں۔

تاہم، ڈاکٹر امبیڈکر کے ساتھ انصاف کرنے میں اس وقت کی نہرو حکومت بھی ناکام رہی تھی۔ ہندو کوڈ بل کو بابا صاحب امبیڈکر پاس کرانا چاہتے تھے، لیکن رجعت پسند طاقتیں، جو کانگریس کے اندر موجود تھیں، اس کی سخت مخالفت کر رہی تھیں۔ کانگریس کی دائیں بازو کی طاقتوں کو خوش رکھنے کے لیے نہرو نے امبیڈکر کا ساتھ چھوڑ دیا۔ مایوس ہو کر امبیڈکر نے نہرو کی کابینہ سے استعفیٰ دے دیا اور ۱۹۵۲ء کے عام انتخابات سوشلسٹ پارٹی کے ساتھ اتحاد کر کے لڑے۔ ہندو کوڈ بل کے موضوع پر کانگریس کی دائیں بازو کی طاقتیں اور بھگوا جماعتیں متحد تھیں۔ دونوں نے مل کر امبیڈکر کو نشانہ بنایا۔

ڈاکٹر امبیڈکر کو اس بات کا بھی دکھ تھا کہ نہرو حکومت دلتوں اور محکوم طبقات کے مفادات میں کام کرنے میں ناکام رہی اور اس نے نہ ہی غربت اور بدعنوانی کے خاتمے کی سنجیدہ کوشش کی۔ نہرو کے دور میں اپوزیشن پارٹیوں کو جگہ نہیں دی گئی اور حزب اختلاف کے لیڈر کی پوزیشن خالی رہی۔ خود امبیڈکر نے اس بات پر غم و غصے کا اظہار کیا کہ انہیں وہ وزارت نہیں دی گئی جس کا وزیرِ اعظم نے وعدہ کیا تھا۔ کئی بار کابینہ کی میٹنگز میں امبیڈکر کو شامل نہیں کیا گیا۔ امبیڈکر کو یہ شکایت بھی تھی کہ کانگریس کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے دلت لیڈروں کو بولنے کے معقول مواقع فراہم نہیں کیے جا رہے تھے اور ان دلت لیڈروں کو امبیڈکر کی تنقید کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا۔ ان تلخ تجربات نے امبیڈکر کے اس خدشے کو تقویت دی کہ اعلیٰ ذاتوں کی پارٹیاں محکوم طبقات کے مفادات کا تحفظ نہیں کر سکتیں اور محکوموں کو قیادت اپنے ہاتھ میں لینی ہوگی۔ امبیڈکر کو ہڑپنے کے لیے طاقتور جماعتیں آج بھی گھڑیالی آنسو بہا رہی ہیں، لیکن بابا صاحب کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے عملی اقدامات کرنے سے قاصر ہیں۔ ہمیں ان خطرات سے خبردار رہنا ہوگا اور محکوم طبقات کے درمیان اتحاد قائم کرنے کے لیے سنجیدگی سے کام کرنا ہوگا۔

(مضمون نگار جے این یو سے جدید تاریخ میں پی ایچ ڈی ہیں)

debatingissues@gmail.com